والدین سے نیکی کرنے کا احسن اسلوب: والدین سے نیکی کرنے میں احسن انداز اپنایئے۔ان سے گفتگو کرنے میں اور معاملات طے کرانے میں اعلیٰ ترین اور احسن طریقہ اختیار کریں۔ان سے مکمل احترام اور ادب سے مخاطب ہوں۔تمام ایسے اسباب کو بروئے کار لانے کی کوشش کریں،جن سے ان کے مقام و مرتبہ کا لحاظ قائم رہتا ہے۔رحمت و مہربانی کے ساتھ عاجزی وانکساری کا بازوان کے سامنے جھکائے رکھیں جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنی کتاب عزیز میں حکم دیا ہے۔والدین کی جانب سے کوئی ڈانٹ ڈپٹ یا غصے کے الفاظ سن کر ناراض نہ ہوں اور ہمیشہ صرف اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کو قبول کریں اور اپنے مقصد تک رسائی کے لیے صبر، پاکیزہ الفاظ ،میٹھی مسکراہٹ ،قوی دلیل،اچھی بات اور حکمت سے معمور مہذب اسلوب کے اسلحہ سے لیس رہنے کی مکمل کوشش کریں۔ان کے دلوں کو مسرت و فرحت دلانے کے لیے کوئی مناسب موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور والدین کی خوشنودی مضمر ہو۔اور یہ سب بحیثیت مسلمان ہماری عادات کا حصہ بننا چاہیے۔

اسلام اور جدید سائنس: روحانیت کے مشہور ڈاکٹر نکلس ڈیوز اور نفسیات کے ماہر استاد پروفیسر ملن کیم کی ریسرچ رپورٹ "والدین جوں جوں بوڑھے ہوتے جاتے ہیں ان کی محبت بڑھتی رہتی ہے اور والدین محبت کی نگاہوں میں ایک روشنی کا پیکر بن کر اولاد کے حق میں صحت اور تندرستی کا باعث بنتے ہیں۔والدین ہزاروں میل دور اپنی نیک تمناؤں کے ذریعے غیر مرئی شعاعوں کا سلسلہ اولاد تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ چاہے والدین بیمار ہوں؛لیکن ان میں غیر مرئی شعاعوں کی طاقت ہرگز کمزور نہیں ہوتی ،وہ بڑھتی رہتی ہے۔والدین اگر قریب ہوں تو ان کی محبت بھری شعاعیں جسم اور اعصاب کی تقویت اور لچک کا باعث بنتی ہیں اور والدین کا لمس ذہنی عارضوں کو ختم کرتا ہے۔نفسیاتی الجھن کو دور کرتا ہے اور جسم کو تقویت دیتا ہے۔ میں جب اپنی ماں سے محبت بھری نگاہیں ملاتا ہوں تو میرے اندر قرار اور سکون کی لہر داخل ہوتی ہے۔"

مغربی ماہرین تحقیق سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ فرمانبرداری اور خدمت والدین کی غیر مرئی شعاعوں کے یونٹ میں ہلچل پیدا کر دیتی ہیں اور پھر ان سے مثبت شعاعیں نکل کر انسان کے جسم میں داخل ہو کر صحت و تندرستی کا باعث بنتی ہیں۔اور یہی شعاعیں اس کے اردگرد ایک مضبوط حصار قائم کر کے مصائب،آفات اور تکالیف سے بچاتی ہیں۔ نافرمانی ان کی غیر مرئی شعاعوں کے یونٹ میں ہلچل پیدا کرتی ہے۔والدین کا غم ،غصہ اور فریاد اس یونٹ سے منفی شعاعیں نکال کر اسے نقصان پہنچاتی ہیں۔والدین کی خدمت،عزت اور دلجوئی اور احسانات کا اعتراف حسن خلق میں انتہائی نمایاں مقام رکھتا ہے۔

اپنی جنت کو خدا کے لیے دوزخ نہ بنا — اپنے ماں باپ کا تو دل نہ دُکھا، دل نہ دُکھا

صبح نو کی نوید

جناب محمد سعد

ساری دنیا تیرہ و تاریک تھی، ہر طرف ویرانی اور تباہی کا راج تھا۔ انسان کے ہاتھوں انسان ذلیل ورسوا ہو رہا تھا۔ دنیا دو بڑی طاقتوں میں منقسم تھی، جن کے درمیان معرکہ آرائی روز کا معمول تھی۔ روشنی کی کہیں کوئی کرن نظر نہیں آرہی تھی۔ مکہ مکرمہ شرک اور بت پرستی کا مرکز بن چکی تھی، شرف انسانیت عنقا ہو چکا تھا۔ چند لیڈروں کے ہاتھوں پورا شہر یرغمال بن چکا تھا۔ اس حال میں جب بدی کی تمام قوتیں ننگا ناچ رہی تھیں اور حق کا نام ونشان مٹ چکا تھا تو محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کے لیے وہ ہدایت اور روشنی لے کر آئے جس نے ظلم کی طویل رات کو انصاف کی صبح میں تبدیل کیا۔ اندھیرے کافور ہو گئے اور حق کا سورج پورے آب وتاب کے ساتھ طلوع ہوا۔ ﴿وقل جآء الحق وزهق الباطل إن الباطل كان زهوقا ۝﴾[بنی اسرائیل ۸۱] ''اور اعلان کر دے کہ حق آ چکا اور باطل نابود ہو گیا، یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا۔'' اندھیرے کے عاشقوں کو یہ سب کچھ انتہائی ناگوار گزرا۔ ان کو روشنی میں اپنے غرور ونخوت کی موت نظر آئی۔ لہٰذا اس کو بجھانے کے لیے ہر طرح کا حربہ استعمال کرنا شروع کیا۔

اُس دور میں بھی باطل قوتوں کے ہاتھوں سب سے مؤثر ہتھیار میڈیا ہی تھا (جیسا کہ آج ہے)۔ جس کے ذریعے عام آدمی کے قلب وذہن پر باطل کا قفل چڑھانے کی سعی کرتے ہوئے حق کی ایسی تصویر پیش کی جاتی کہ بعض اوقات حق والے بھی مضطرب ہو جاتے۔ اس کے ساتھ ساتھ لہو ولعب کا مکروہ اور مذموم طوفان نضر بن حارث جیسے بدمعاشوں کی قیادت میں برپا ہوا، تاکہ داعی حق ﷺ اپنا مقصد اور منشا لوگوں تک پہنچا ہی نہ سکے۔ ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزواً أولئك لهم عذاب مهين ۝﴾[لقمان:٦] ''اور بعض لوگ بیہودہ باتوں کو خرید لیتے ہیں تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو گمراہ کر دیں اور اسے ہنسی مذاق بنائیں۔ انہی لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

اس کے علاوہ مفادات اور ترغیبات کے ہتھیار بھی آزمائے گئے، ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، سوشل بائیکاٹ اور جلاوطنی کے حربے استعمال میں لائے گئے۔ بالآخر اس دور کی تمام طاغوتی قوتوں کے ساتھ مل کر اجتماعی اور مشترکہ حکمت عملی بھی بروئے کار لائی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ دعوت حق اپنے منطقی نتیجے تک نہ پہنچ جائے۔ حالانکہ اس ابتدائی مرحلے میں اس کے منطقی نتیجے تک پہنچنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن اسلام کی اس دعوت میں جو حقیقت مستور ہے، اس کا ادراک کرنا اُس دور

کے اہل باطل اور عقل کے پجاریوں کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔لہٰذا کوہ صفا سے اس کلمے کا اعلان ہی ہونا تھا،ان صاحبانِ اقتدار کی نظر فوراً اس کے تکمیلی مراحل پر مرکوز ہوگئی۔یہیں سے اسلام اور کفر کا لامتناہی کشمکش شروع ہوگیا، جو ابد تک جاری رہے گا۔

جب ابوسفیان ہرقل روم کے دربار میں پہنچا تو طویل گفتگو کے بعد ہرقل نے کہا تھا:" فإن كان ما تقول حقاً فسيملك موضع قدمي هاتين" [صحيح البخاري :۷] "جو کچھ تم نے بتایا اگر صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد اس جگہ کا مالک بن جائے گا جہاں میرے یہ قدم ہیں۔" (یعنی قیصر روم کے تخت شاہی کا) یہ اس کی دور اندیشی تھی کہ اس کی نگاہ فوری طور پر دعوت حق کے غلبے اور کامیابی کو واضح طور پر دیکھ رہی تھی۔اس لیے اندھیرے کے ان عاشقوں نے آنے والے منظر نامے میں جب اپنا مقام اور اپنی حیثیت پر غور کیا تو ان تمام مذکورہ ہتھکنڈوں کا استعمال ان کی اپنی بقاء کے لیے لازم ٹھہرا۔یعنی میڈیا وار، کلچرل وار، فنانشل وار قید وقید وبند کی صعوبتیں، جلاوطنی وہجرت کی آزمائش اور بالآخر گرینڈ وار (جہاد بالسیف)۔

الـدین : اسلام دنیا کے دیگر مذاہب کی طرح صرف ایک "مذہب" نہیں ہے جو چند رسوم ورواج اور نظریات تک محدود ہو، بلکہ قرآن مجید میں اس کے لیے " الدین" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ ﴿إن الدين عندالله الإسلام﴾[ال عمران ۱۹] "بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔"

۲۔ ﴿اليوم أكملت لكم دينكم﴾[المائدة۳] "میں نے آج تمہارے لیے تمہارا دین کامل ومکمل کردیا۔"

۳۔ ﴿وما أمروآ إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾[البينة ٥] "اور انہیں حکم نہیں دیا گیا مگر صرف اللہ عبادت کرنے کا دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔"

۴۔ ﴿هو الذي أرسل رسوله بالهدىٰ ودين الحق ليظهره على الدين كله﴾ [الصف۹] "وہی ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ وہ اس کو تمام ادیان پر غالب کردے۔"

اسلام کا "الـدیـن" ہونا ہی اس کا اعجاز وکمال ہے۔جس میں یہ مفہوم ومدعا چھپا ہوا ہے جو ہرقل نے محسوس کیا تھا۔ "دین" چند مراسم عبودیت کا ہی نام نہیں ہے، جس طرح دیگر باطل مذاہب میں ہوتا ہے۔بلکہ دین ایک مکمل نظام حیات ہے۔ جو کپڑے اور جوتے پہننے کے آداب سے لے کر کاروبارِ سلطنت چلانے کے آداب تک سکھاتا ہے۔رفع حاجت سے لے کر جنگ وامن کے آداب تک کی تعلیم دیتا ہے۔ایک گھر کے سربراہ سے لے کر ایک ملک کے سربراہ کے لیے بھی راستہ اور ہدایت دیتا ہے۔اسلام کے الـدیـن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ انسانی معاشرے میں، انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام دائروں پر اس

دین کی واضح چھاپ ہو۔ اور ہر شعبے میں عملاً اسلام کی حکمرانی ہو۔ یہ اسلام کی جامعیت کا ایک مظہر ہے۔

اسلام کسی خاص علاقے یا خطے تک محدود نہیں ہے۔ اس پر جتنا حق عربوں کا ہے اتنا ہی عجمیوں کا بھی ہے۔ اس کی ضرورت جتنی ایشیا میں بسنے والوں کو ہے اتنی ہی ضرورت امریکہ اور یورپ میں بسنے والوں کو بھی ہے۔ یعنی اس دین کو پورے کرہ ارض پر محیط ہونا ہے۔ اس کو کسی علاقے تک محدود کرنا تصورِ دین کے بالکل منافی ہے۔ اور جو ایسی مذموم فکر پروان چڑھانے کی کوشش کرے وہ دراصل اسلام کا سب سے بڑا بدخواہ ہے۔ یہ بھی اسلام کی جامعیت کا ایک پہلو ہے۔ اسی طرح یہ دین کسی خاص زمانے کے ساتھ بھی مخصوص نہیں ہے۔ یہ دین ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿شرع لكم من الدين ما وصّى به نوحاً والذي أوحينآ إليك وما وصينا بهٓ إبراهيم وموسىٰ وعيسىٓ أن أقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه كبر على المشركين ما تدعوهم إليه الله يجتبيٓ إليه من يشآء ويهديٓ إليه من ينيب۝﴾ [الشوری ۱۳] "اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کے قائم کرنے کا نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور بذریعہ وحی ہم نے تیری طرف بھیجی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ ان مشرکین پر گراں ہے، اللہ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے اس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔"

باطل سے مصالحت: دین اسلام کی اسی جامعیت کا ہی مظہر ہے کہ اس میں ہر دور اور ہر علاقے کے لوگوں کے لیے ابدی ہدایت اور روشنی موجود ہے۔ مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے بھی ایسا بے مثل ضابطہ مقرر کیا گیا کہ کبھی انسان کو مایوسی اور پریشانی نہیں ہوتی۔ اس لیے کتاب وسنت سے رہنمائی لینے والوں کو ایسی نوبت نہیں آتی کہ باطل نظریات اور تصورات کو مستعار لے کر اپنے مسائل حل کرنا شروع کر دیں یا باطل کے لیے بامر مجبوری اسلام میں گنجائش نکالنی پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کفر سے کسی طرح کی مصالحت کا روادار نہیں، بلکہ یہود ونصاریٰ کے ساتھ قلبی دوستی کی مخالفت قرآن وسنت کا تقاضا ہے۔ ﴿يـٰٓأيها الذين اٰمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارىٰٓ أولياء بعضهم أولياء بعض ومن يتولهم منكم فإنه منهم إن الله لا يهدي القوم الظلمين۝﴾ [المائدة ۵۱] "اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو کوئی بھی ان سے دوستی کرے گا وہ بے شک ان ہی میں سے ہے۔ بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

جب یہود ونصاریٰ کی مخالفت قرآن وسنت کا تقاضا ہے تو ان کی نقالی کی اسلام کیسے اجازت دے سکتا ہے؟ اس کے نظریات کو "اسلامی" بنانے یا ان کے اندر اسلام تلاش کرنے کا رویہ کیا شریعت مطہرہ کے نزدیک محمود ہوسکتا ہے؟ یقیناً یہ رویہ بالکل مذموم ہے۔ یہ معاملہ نازک بھی ہے اور قدیم بھی۔ ابتدائی چند صدیوں کے اندر ہی علم الکلام کے تحت بہت سے غیر اسلامی نظریات تراشے گئے اور ان کے لیے سارا مواد کفار سے لیا گیا۔ اس طرح امت کے بہت بڑے طبقے کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی جس کا معاشرے پر بھی منفی اثر پڑا۔ لیکن ائمہ فقہاء اور سلف صالحین کی جماعت نے ہر دور میں ایسے نظریات کا رد کیا۔ اور امت کو خبردار کیا کہ ان فتنوں سے بچا جائے۔ اور قرآن وسنت اور سلف صالحین کے راستے پر ہی زندگی کا سفر جاری رکھا جائے جو یقیناً انتہائی تحفظ والا راستہ ہے؛ لیکن یہ نظریاتی کشمکش ختم نہیں ہوئی بلکہ ہر دور میں نئے نئے باطل نظریات کو قرآن وسنت کی غلط تاویلات کے ذریعے امت کے اندر پھیلانے کی سعی ہوتی رہی۔ اس مقصد کے لیے علمی وفکری معاونت اہل کفر کی طرف سے ہمیشہ ہوتی رہی۔ جس کا یہودی پروٹوکولز میں واضح اشارہ ملتا ہے کہ مسلمانوں سے بڑھ کر اسلام پر محنت کی جائے اور اسلام کا ایسا مفہوم وتصور مسلمانوں میں پروان چڑھایا جائے کہ ہر دور کی طاغوتی قوتوں کے لیے بے ضرر بلکہ ان کے مذموم مقاصد کے لیے بھی ممد ومعاون بن سکے۔

لوگوں کو مذہب سے بیگانہ اور بدظن کیا جائے۔ مقامی مذاہب کا تنقیدی مطالعہ کر کے ان میں سے منفی نکات یوں ترتیب دیے جائیں کہ انہیں پھیلا کر انتشار کی صورت پیدا کی جائے۔ عوام کے ذہنوں پر مذہب کی ایسی بھیانک تصویر بٹھا دی جائے کہ وہ اگر مذہب دشمن نہ بن سکیں تو کم از کم لبرل اور سیکولر ضرور بن جائیں" [یہودی پروٹوکولز مترجم یحیی خان ص ۱۳ نگارشات]

گلوبلائزیشن کا تحفہ: آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس کے لیے "گلوبل ولیج" کی اصطلاح عام ہے۔ یعنی پوری دنیا ایک گاؤں کی طرح بالکل قریب اور ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہے۔ لیکن یہ قربتیں صرف اور صرف مفادات اور ہوائے نفسانی کی خاطر ہیں۔ دراصل اس کے پیچھے بھی شیطانی ایجنڈا ہے۔ جس کا حملہ براہ راست ہمارے عقائد پر ہوتا ہے۔ وہ عقائد جن کی بنیاد پر مشرق ومغرب کے فاصلے ختم ہوئے تھے، جو کالے گورے کو جوڑ دیتے تھے، اس عقیدے کی جگہ نفسانی مفادات نے لے لی۔ اور اس کی بنیاد پر تمام معاشرتی اور سماجی رشتے استوار ہوئے، جس کے نتیجے میں عقیدہ بالکل پس منظر میں چلا گیا؛ بلکہ اس کو دیوار سے ہی لگا دیا گیا۔ وہ عقیدہ جو صدیوں سے امت کی پہچان اور زندگی کی علامت تھا، اس کو آج کے روشن خیال طبقے نے اپنے پورے نظام سے نکال باہر کردیا اور عالم کفر سے تمام رشتے ناطے جوڑ دیے۔ جس کا منطقی

نتیجہ یہ نکلا کہ گوری چمڑی والا کفر کا سرغنہ سر آنکھوں پر بٹھانے کے قابل ٹھہرا اور اہل حق علمائے اسلام آنکھوں کا کانٹا بن کر چبھنے لگے۔ یوں اسلام کے نام لیواؤں کی بھی واضح تقسیم ہوئی۔ دراصل یہ تقسیم کوئی نئی نہیں ہے؛ بلکہ قرآن نے تو آغاز سے ہی اس تقسیم کی نشاندہی کر دی تھی۔ لیکن بعد کے ادوار میں جہاں دیگر اقدار بدل گئے وہیں یہ تقسیم بھی آنکھوں سے اوجھل ہوئی۔ لیکن اب موجودہ دور میں یہ بالکل نکھر کر سامنے آگئی ہے۔ اب کوئی ابہام نہیں رہا، ایک گروہ مومنین کا ہے اور دوسرا گروہ منافقین کا۔

منافقین کا کردار: منافقین کا گروہ اپنے افعال واعمال کے اعتبار سے مومنین کے لیے کافروں سے بھی زیادہ خطرناک اور مضر ثابت ہوتا ہے۔ جو کام کفر کا سرغنہ نہیں کر سکتا وہ منافق کے ہاتھوں سرانجام پا جاتا ہے۔ یہ منافقین ہر دور میں مومنین اور مخلصین سے دشمنی اور عداوت میں کافروں کے ہم پلہ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں کفر کی پہچان پر اتنا زور نہیں دیا گیا ہے جتنا زور منافق کی پہچان پر دیا گیا ہے۔ کیونکہ کفر ایک کھلی حقیقت ہے، جس کے بارے میں مغالطے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ لیکن منافق تو آستین کا سانپ ہوتا ہے اور ہمیشہ امت کے اندر سے ہی وار کرتا ہے۔ جب اقتدار مومنین کے ہاتھوں میں ہوتا ہے تو ان کا نفاق بھی بہت حد تک مخفی ہوتا ہے، لیکن جب معاملہ اس کے برعکس ہو اور دنیا عالم کفر کے ہاتھوں میں یرغمال ہو تو نفاق کھل کر سامنے آتا ہے، جس سے مؤمنوں کو ان کی پہچان میں بڑی آسانی ہوجاتی ہے۔ ﴿وإذا لقوا الذين آمنوا قالوآ آمنا وإذا خلوا إلى شيطينهم قالوآ إنا معكم إنما نحن مستهزءون ۞﴾ [البقرة ١٤] ''اور جب یہ (منافقین) ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں (ائمہ کفر) کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں (لبرل ہیں)۔ ہم تو اُن سے صرف مذاق کرتے ہیں۔'' ﴿إن الذين آمنوا ثم كفروا ثم آمنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفراً لم يكن الله ليغفرلهم ولا ليهديهم سبيلا ۞ بشر المنافقين بأن لهم عذاباً أليما ۞﴾ [النساء ١٣٧-١٣٨] ''جن لوگوں نے ایمان قبول کر کے پھر کفر کیا، پھر ایمان لایا پھر کفر کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھ گئے، اللہ تعالیٰ یقیناً انہیں نہ بخشے گا اور نہ راہ ہدایت سجھائے گا۔ ان منافقوں کو بشارت دے کہ ان کے لیے دردناک عذاب یقینی ہے۔''

خوش خبریاں: موجودہ دور میں عالم کفر کے ہاتھوں دنیا یرغمال بنی ہوئی ہے، اہل حق کے لیے جبر اور اہل باطل کے لیے آزادی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت میں پیش آنے والے مختلف ادوار کا ذکر فرمایا اور ان میں چوتھا دور جبر حکمرانی کا دور بتایا تھا۔ اور آج کا دور بلا مبالغہ وہی بدقسمت دور لگتا ہے۔ لیکن اہل حق کے لیے اس کے اندر امید کا بڑا سامان موجود ہے

کیونکہ اسی زبان مبارک سے پانچویں مرحلے کی بھی خوش خبری وارد ہوئی ہے جو کہ ''خلافت علی منہج النبوۃ'' کا دورِ سعید ہوگا۔

ہر عمل کا ایک ردعمل ہوتا ہے؛ بدی کی طاقتیں جب اپنی اوقات سے بالکل باہر ہو کر ننگا ناچ شروع کر دیتی ہیں اور تمام اخلاقی قدریں پامال کر لیتی ہیں، کفر اور نفاق جب ایک ہی کیمپ کے اندر ایک ہی چھتری تلے جمع ہو جاتے ہیں تو مؤمنین اور صالحین کے لیے جن کے پاس نبی برحق ﷺ کی اتنی واضح خوشخبریاں موجود ہیں' خاموش تماشائی بننا کب گوارا ہو سکتا ہے؟

۱۔ حضرت مقداد بن الاسود ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''روئے زمین میں کوئی گھر یا جھونپڑی ایسی نہ رہے گی جس میں اللہ اسلام کا کلمہ داخل نہ کر دے۔ عزت والوں کے لیے عزت کے ساتھ اور ذلت والوں کے لیے ذلت آمیز طریقے پر۔ یا تو اللہ انہیں عزت دے گا کہ انہیں اہل اسلام میں سے کر دے گا یا پھر اُن کو ذلت دے گا، وہ اسلام کے زیرنگیں آ جائیں گے۔'' [مسند احمد]

۲۔ حضرت تمیم داری ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ''یہ امر (اسلام کا شوکت وغلبہ) وہاں تک پہنچ کر رہے گا جہاں تک دن اور رات کی پہنچ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کوئی گھر اور جھونپڑی ایسی نہ چھوڑے گا جہاں وہ اس دین کو داخل نہ کرے، کوئی عزت کا حق رکھتا ہے تو اس کو عزت دے کر اور کوئی ذلت کا حقدار ہے تو اس کو ذلت دے کر۔ عزت جو کہ اللہ اسلام کو دے گا اور ذلت جو کہ اللہ کفر کو دے گا۔'' [مسند الشامیین]

علامہ ناصر الدین الألبانی ؒ اسی حدیث کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ بلاشبہ یہ اسلام کے چہار دانگ عالم پھیلنے کی خوشخبری ہے۔ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ مسلمانوں کے حوصلے ایک بار پھر بلند ہوں گے یہاں تک کہ کفر و سرکشی کی قوتوں پر غلبہ حاصل کریں گے۔ جس طرح ایک صحیح حدیث میں عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا اور پھر روم۔'' قسطنطنیہ کی پہلی فتح عثمانی سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں ہوئی تھی، جب رسول اللہ ﷺ کی اس پیشن گوئی پر پورے آٹھ سو سال گزر گئے تھے۔ اب یہ دوسری فتح بھی اللہ کے حکم سے ہو کر رہے گی۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس دوسری فتح کی پیشنگوئی کا تقاضا ہے کہ امت مسلمہ کے ہاں خلافت راشدہ دوبارہ قائم ہو چکی ہو۔ جس کی خوشخبری بھی رسول اللہ ﷺ ہمیں دیتے ہیں۔ یہاں شیخ البانی ؒ رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث لاتے ہیں جس میں آپ ﷺ نبوت وخلافت راشدہ، پھر ملوکیت اور جبر کی حکمرانی گزر جانے کے بعد ایک بار پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی پیشن گوئی